نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز!

جناب رانا محمد شفیق خان پسروری

گئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ
عجیب دل والا رہبر تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ
بس اک موتی سی چھب دکھا کر، بس اک میٹھی سی دھن سنا کر
ستارۂ شام بن کے آیا برنگِ خوابِ سحر گیا وہ
خوشی کی رت ہو کہ غم کا موسم، نظر اسے ڈھونڈتی ہے ہر دم
وہ بوئے گل تھا کہ نغمۂ جاں مرے تو دل میں اتر گیا وہ
وہ میکدے کو جگانے والا، وہ رات کی نیند اڑانے والا
یہ آج کیا اس کے جی میں آئی کہ شام ہوتے ہی گھر گیا وہ

جب میرے یہاں گلشن تھا۔ بہار نہ تھی، وہ شخص بہار بن کے آیا، جب دلوں کی قطاریں تھیں مگر کوئی دلدار نہ تھا۔ وہ دلدار بن کے آیا۔ جب راہوں کی گتھیاں الجھی تھیں راہی تھے پریشاں سارے، وہ راہنما بن کے آیا۔ اژدھام تھا سروں کا، بے پرواہ، بے بہرہ۔ تو وہ قائد شاہین نگاہ بن کے آیا.............. دیوار تھی اک اونچی مگر سایہ نہ تھا وہ سایہ بن کے آیا، اندھیرا چہار جانب تھا، جگنو خود اندھے ہو گئے تھے کہ وہ دیا بن کے آیا، اپنی کرنوں کو لہرایا اور سورج مقام ہو گیا۔

وہ ہمہ صفت آدمی اور ہر صفت میں کامل آدمی، بزرنگ ظاہر سب سا، مگر بہت ہی افضل آدمی، تحریر میں یکتا، تقریر میں اعلیٰ، لیاقت میں منفرد، ذہانت میں اولیٰ، سیاست میں برتر، قیادت میں عظیم، شریف النفس، تجارت میں کریم.......... پاس عظمت والا، باپ کرامت والا، علم و فضل میں رفعت والا، تعلیم و تجزیہ میں شوکت والا.......... راہ

نہ تھا۔ ان کی خدمات کے ایک بڑے حصے کو علی گڑھ تحریک نے اپنا لیا تھا ان کی بیش قیمت خدمات جمعیت علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے انجام پائی تھیں، مسلم لیگ کا دامن ان کی زریں خدمات کے نقش ونگار سے مزین ہوا تھا۔ مجلس احرار کے آوازۂ حق کو ان کی صدائے حریت نے قوت بخشی تھی، ندوۃ العلما کی تعلیمی خدمات میں ان کا حصہ قابلِ قدر تھا اور دارالمصنفین کی تحریک کو ان کے وجودِ علمی سے توانائی حاصل ہوتی تھی۔ دیوبند اور علی گڑھ کی تحریکات سے قبل تحریک اصلاح وجہاد اور ۱۸۵۷ء کی دعوتِ انقلاب اور آزادی میں ان بزرگوں کی خدمات کا پیمانہ دوسروں سے زیادہ بلند وارجمند رہا تھا لیکن ان کی خدمات۔ ایثارِ علمی اور خدماتِ قومی کا کوئی ایک پلیٹ فارم اور کسی ایک عنوان سے کوئی خاص دفتر نہ تھا اور بدقسمتی سے چونکہ ابھی تک کوئی ایسی تاریخ بھی مرتب نہ ہوسکی اس لیے ان کی عظیم الشان ملی اور دینی خدمات سے واقفیت عام نہ ہوسکی وہ علامہ اقبال کے اس شعر کی مثال تھے۔

اڑائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

بہ ایثارِ پیشہ گان وقت جانثارانِ ملت، بے نیازانِ نام ونمود اور اصحاب عزم امور کی ایک جماعت حقہ تھی جو تعمیر قوم وملت میں مصروف تھی۔ اس نے آزادی کی تحریک، تعلیم ملی ودینی کے فروغ، تالیف وتدوین علوم ومعارف، دعوتِ کتاب وسنت احیائے دین اور اصلاح وتجدید کے میدانوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ لیکن ان کا اپنا کوئی پلیٹ فارم اور علمی وتحقیقی ادارہ اور تنظیم نہ تھی علامہ احسان الٰہی ظہیر نے پہلی بار اہل حدیث کو ایک پلیٹ فارم مہیا کیا۔ ان کی آواز کو مختلف حلقوں میں امتیاز بخشا ان کی جماعت کو ملک میں کام کرنے والی جماعتوں میں نمایاں مقام دلایا اور اہل حدیث کے اجتماعی خصائص کو اجاگر کیا۔

علامہ شہید کو خدا نے بے پناہ عملی صلاحیتیں بخشی تھیں، وہ سراپا عمل شخصیت اور بہترین منتظم بھی تھے۔ ان کے اندر تحریکوں کو پھیلانے اور انتشار میں اجتماع کی شان پیدا کرنے کی بہترین خوبی موجود تھی۔ انہوں نے اہل حدیث یوتھ فورس قائم کرکے ایک کارنامہ انجام دیا تھا اور اس کے قیام سے ملی خدمت گزاروں کا ایک قافلہ تیار کردیا تھا۔

جس کی ہدایت، قدم جس کا بصیرت، درایت و بلاغت جس کی سرشت، ذہانت و فطانت جس کی جبلت، جرأت و شجاعت جس کی فطرت، امامت و عدالت جس کی سیاست، صداقت وحقیقت جس کی قیادت، امانت و دیانت جس کی سیادت اور افضلیت و اشرفیت جس کی عزت تھی۔

ریت ہی ریت بکھری تھی جس میں پھول کھلائے اس نے، تاریک شب تھی ہمارے گھر میں، چراغ جلائے اس نے۔ بزدلوں کو جینے کا طور سکھایا۔ مردہ دلوں کو زندگی سے آشنا کیا، سرنیہوائے لوگوں کے سینے تان دیئے، پست ہمت اٹھے اک نئی شان سے لیئے۔ وہ جیا تو سر اٹھا کے جیا، سینہ تان کر جیا۔ باطل کو للکارتا ہوا جیا۔ غیر حق پر گرجتا ہوا جیا، آمریت پر برستا ہوا جیا۔ نظر نورانی اس کی ہمرکاب تھی اور فکرِ برھانی اس کا زادِ راہ۔

وہ آئینہ صفت تھا۔ اک صاف آئینہ، خامیوں سے پاک آئینہ، کامل اور مصفا آئینہ، عیوب سے مبرا آئینہ جو بطلیت پرستوں کے چہرے کے داغ انہیں دکھاتا تھا۔ ظالموں کے چہرے کی بدنمائی واضح کرتا تھا، جابروں کے رخ پر لگے دھبے ان کے سامنے کرتا تھا .... ان باطل پرستوں، ظالموں، جابروں اور آمروں نے اپنے چہروں کے داغ دور نہ کئے اسی آئینے کو توڑنے کی سازش کی اور اسے توڑ دیا ......
مگر وہ تو آئینہ تھا، چہروں کی بدنمائی دکھانا اس کا کام تھا۔ پہلے اک وجود تھا اک بدنما چہرہ نظر آتا تھا اب آئینہ ٹوٹ گیا اور اس کی کئی کرچیاں ہوگئیں۔ پہلے اک چہرہ نظر آتا تھا اب ہر کرچی سے بدنما چہرہ نظر آئے گا۔ پہلے اک "قائد شاہین نگاہ" تھا اب اس کی ہمراہی، اس کے مقبوؤ دہیں، جو گلی و کوچہ میں اس کا کام کریں گے ہر سمت اس کی للکار کی بازگشت ہوگی۔ اس کی یلغار کی دہشت ہوگی (انشاء اللہ)

وہ اک چقماق تھا، چراغ سے چراغ جلاتا گیا، تاریکیوں کو ضیا دیتا گیا، ہر دور کے ہاتھوں کو حنا دیتا گیا۔ ہر دور کے جابروں کو للکارتا رہا، ساکت دلوں کو دھڑکن، بے زبانوں کو نوا دیتا گیا، کجکلاھوں کی رعونت کا مذاق اڑاتا رہا۔ حکمرانوں کے گریبانوں سے کھیلنے کی ادا دیتا گیا۔ اس نے حالات کے ہاتھوں کبھی شکست قبول نہ کی، وہ حالات کو خود بدلتا رہا، خود حالات کے مطابق نہ بدلا، وہ سلطانیٔ جمہور کا نقیب تھا۔ بحالیٔ حقوق کا منادی تھا، حکمرانوں کو لوٹنے کا خوگر، برائی سے روکنے کا عادی تھا، وقت کی نزاکت نہ دیکھتا تھا کلمۃ اللہ بلند کرکے رہتا، نباضِ وقت تھا۔ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا، کام سوتے

چند کرکے رہتا۔ مصلحت کوش نہ تھا کہ حق چھپائے، ضمیر فروش نہ تھا، تبھی ان گنت دشمن بنالئے سلطانِ جابر کے مقابل کلمہ حق کہنا اس کا شیوہ تھا، جھوٹی قصیدہ گوئی سے متنفر تھا مصداق تھا شاعر کے اس کلام کا کہ ؎

میں تو سورج ہوں ستارے میرے آگے کیا ہیں
شب ہے کیا شب کے سہارے میرے آگے کیا ہیں
جو ہمیشہ رہے شاہوں کے ثنا خواں جالب
وہ سخن ساز بیچارے میرے آگے کیا ہیں۔

وہ مہرباں، محترم، کرم گستر، نیک دل، نیک ذات، نیک نظر، حامئ قوم و والئ ملت، مونس خلق و خاصۂ داور، قائد باصفا، انیسِ وطن، حکمتِ ملک و حاذق برتر، نیک خو، نیک فکر نیک نشاں، احسان الٰہی نام، نام آور، مرجع علم و دانش و حکمت، چشمۂ جود، عقیدت کا محور۔

وہ کہ رنج و غم دین و دردِ ملت اس کے دل غم گسار میں تھا۔ وہ قوم کا تفاخر، جری سپاہی اسلاف کی یادگار میں تھا۔ اس سا کوئی مونس اور ہمدم، کون اجڑے ہوئے دیار میں تھا؟ جو رعب جو دبدبہ تھا اس میں وہ کب کسی سپہ سالار میں تھا جو داغ تھا اس کے دل میں پنہاں وہ کب کسی شہریار میں تھا، کھینچ آیا تھا اس کی رگوں میں وہ خون جو لالۂ شعلہ بار میں تھا۔

اس میں شاہین کی خوئے شاہ بازی تھی اسلام کے عاشقوں کی سطوت مضمر تھی اس کے چال چلن میں۔ دشمنوں پر سکتہ طاری ہو یہ تاثیر تھی اس کے سخن میں۔

وہ عظمتوں کی رفعتوں سے مرکب شخص تھا۔ لفظ لفظ میں اس کے لیے عزت ہے۔ حرف حرف اس کے لیے مدحت گو ہے۔ وہ تو شب تار میں چاند کی مانند تھا، جس کے گرد اعلیت وارفعیت کا ہالہ تھا، کوئی قلم اس کے لیے۔ بارائے تحریر نہ رکھے کسی زباں کے لیے استطاعتِ کلام نہیں اور ہو بھی کس طرح کہ بار اللہ کا احسان تھا، شہادت اس کا مقام، طیبہ قرب محبوب ﷺ اس کا مدفن ہے اور (انشاء اللہ) ہمدوشئ عثمان رضی اللہ عنہ اس کی آخرت ہوگی۔

پھر بھی ...... یوں کہنے کو راہیں ملک وفا کی اجال گیا۔
اک دھند ملی جس راہ میں پیک خیال گیا
وہ چاند ہمیں کس رات کی گود میں ڈال گیا ....

اور میرے سخن، مرے قلم کو کر بے حال گیا (مگر میں ہر حال میں اسکے لیے لکھوں گا اسکے لیے بولوں گا (انشاء اللہ)) ....